جہات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قوموں کا عروج وزوال

الحمدلمن بیدہ ملکوت کل شئی وھو العلی الکبیر والصلوۃ والسلام علی من خلق نورہ قبل کل شئی وارسل نبیاًبعد جمیع الانبیاء وھو بالمؤمنین رؤف رحیم .امابعد.

قوموں کے عروج وزوال کے فلسفہ پر علامہ اقبالؒ نے دو مصرعوں میں بڑا خوبصورت تبصرہ فرمایا ہے۔

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر وسناں اول طاؤس و رباب آخر

یہ کائنات بقائے اصلح کے اصول پر ترقی کرتی چلی آئی ہے اور اسی اصول پر آگے بڑھے گی۔ قوموں کی زندگی میں یہ اصول بہت نمایاں طور پر لاگو نظر آتا ہے۔

مذکورہ بالا شعر میں علامہ اقبالؒ نے قوموں کے عروج وزوال پر جو تبصرہ کیا۔ ہے اس کے دو حصے ہیں۔ ایک تو یہ کہ شمشیروسناں قوت کی علامات ہیں جس کا مطلب اپنے آپ کو ٹکراؤ کے لئے تیار کرنا۔ ملٹری پوزیشن کو مضبوط بنانا نصب العین کیلئے جدوجہد اور بین الاقوامی زندگی میں اپنی حیثیت کو قوت کے ذریعے منوانا ہے۔ یعنی جب کسی قوم کو عروج درکار ہو تو اس کو نہ صرف اپنی دفاعی قوت کو مضبوط بنانا درکار ہوتا ہے بلکہ اس کی جارحانہ پوزیشن بھی ایسی ہونی چاہیے کہ منفی قوت مغلوب رہے۔ قرآن حکیم میں بھی س کی طرف واضح اشارات موجود ہیں بلکہ یہ کہاجاسکتا ہے کہ علامہ رحمہ اللہ کے فکر کا محور قرآن حکیم ہی ہے۔ اب اس پس منظر میں اگر ہم دیکھیں جو اپنی ایٹمی صلاحیت کو منجمد کر کے بیٹھے ہیں، تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہم مصور پاکستان کے فلسفہ سے صریحا انحراف کر رہے ہیں۔ علامہ مرحوم نے قوموں کے زوال کا جو فلسفہ بیان فرمایا ہے وہ ہے طاؤس ورباب آخر۔ طاؤس لہوولعب بے کار عیاشی حکم کے استعمال میں ذاتی پسند وناپسند۔ ملی مفادات سے صرف نظر خود غرضی، کم ہمتی بلند پروازی کی نفی اور ایسے فنون لطیفہ کی ترویج جو محمود نہ ہو، کی علامت ہے اور رباب موسیقی گانا۔ ناچ جنسی خواہشات میں ایسی ہیجان خیزی جو بالآخر انسان

کو انسانیت کے درجے سے گرا کر حیوان ناطق کے درجے پر لا کھڑا کرتی ہے، کی علامت ہے۔ اس حوالے سے اگر ہم دیکھیں تو ہم اس وقت طاؤس اور رباب کی زد میں ہیں۔

بحیثیت قوم ہماری صورت حال یہ ہے کہ ہمارے وہ سیاست دان جو قومی مناصب پر فائز ہیں ان کے طاؤسانہ اخلاق بڑی نمایاں شہ سرخیوں سے اخبارات کی زینت بن رہے ہیں۔ اور ربابی کیفیت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب انہیں یہ اندیشہ ہو کہ ہماری ربابیت کے اندرون ملک انعقاد پر رد عمل شدید ہو گا تو وہ اس کا مظاہرہ بیرون ملک صرف کثیر سے کرتے ہیں جبکہ اسی ملک میں سینکڑوں لوگ رات کو بھوکے سو جاتے ہیں۔

یہ انسانی نفسیات ہے کہ جو طور اطوار، اخلاق اور مزاج مقتدر لوگوں کا ہوا کرتا ہے وہی طور اطوار اور مزاج عوام اور ماتحت طبقے بھی شعوری اور غیر شعوری طور پر اپناتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ ملک عزیز (اسلامی جمہوریہ پاکستان) کے ذرائع ابلاغ، نشرو اشاعت اور سرکاری الیکٹرانک میڈیا کا آج کل زیادہ تر زور قوم کی ذہنی واخلاقی تربیت کی بجائے طاؤس ورباب اور فحاشی وعریانی کی ترویج وفروغ پر صرف ہو رہا ہے۔ ان ذرائع ابلاغ نے قوم کو طاؤس ورباب کا رسیا بنانے میں پہلے ہی کوئی کسر باقی نہیں رکھی تھی کہ اب "ڈانس اکیڈمیوں" کے قیام کے اعلان نے نہلے پر دہلے کا کام کیا ہے۔ قومی ثقافتی پالیسی کے چیئرمین نے نئی ثقافتی پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے کہا ہے کہ "نیشنل فلم اکیڈمی اور اکیڈمی آف پرفارمنگ آرٹ کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ جس میں اداکاروں، پروڈیوسروں، مسودہ نگاروں، موسیقاروں، رقاصوں اور فوٹو گرافروں کو فلم تھیٹر اور ٹیلی ویژن کیلئے بلند تر سطح پر تربیت دی جائے گی" جبکہ دوسری طرف عوام کو بیوقوف بنانے کیلئے اس قومی ثقافتی پالیسی کے مقاصد بیان کرتے ہوئے ایک مقصد "اسلام، اقبال اور قائداعظم کے افکار کے ترویج" بھی بتایا گیا ہے۔ خدارا اپنی خواہشات نفسانی کو اسلام اقبال اور قائد اعظم کے سر تو نہ تھوپیں۔ یہ فلم اکیڈمی اور پرفارمنگ اکیڈمی کا قیام کم از کم اسلام اور بانیان پاکستان کی فکر نہیں۔

المختصر اس ساری صورت حال کا ذمہ دار کون ہے!

عوام، نظام یا پھر حکمران؟